بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ماہنامہ جرمنی

اخبار احمدیہ

جماعت احمدیہ جرمنی کا ترجمان

نگران: مبارک احمد تنویر، انچارج شعبہ تصنیف مدیر: حامد اقبال

جلدنمبر 18 شمارہ نمبر 11۔ ماہ نبوت 1392 ہجری شمسی بمطابق نومبر 2013ء

قرآن کریم

وَلِكُلٍّ وِّ جۡهَةٌ هُوَ مُوَلِّيۡهَا فَاسۡتَبِقُوا الۡخَيۡرٰتِ ؕ اَيۡنَ مَا تَكُوۡنُوۡا يَاۡتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيۡعًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ

(البقرة:149)

اور ہر ایک کے لئے ایک مطمع نظر ہے جس کی طرف وہ منہ پھیرتا ہے پس نیکیوں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جاؤ تم جہاں کہیں بھی ہو گے اللہ تمہیں اکٹھا کر کے لے آئے گا۔ یقیناً اللہ ہر چیز پر جسے وہ چاہے دائمی قدرت رکھتا ہے

(ترجمہ: از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ)

حدیث مبارکہ

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے اس کا تمام معاملہ خیر پر مشتمل ہے اور یہ مقام صرف مومن کو حاصل ہے اسے کوئی خوشی پہنچتی ہے تو یہ اس پر شکر بجالاتا ہے، اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہ پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہوتا ہے تو یہ امر اس کے لئے خیر کا موجب ہوتا ہے اور اگر اسکو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو صبر کرتا ہے تو یہ امر بھی اس کے لئے خیر کا موجب بن جاتا ہے''

(مسلم كتاب الزهد باب المؤمن امره كله خير)

اقتباس حضرت مسیح موعود علیه السلام

حقوق اللہ اور حقوق العباد

''شریعت کے دو ہی بڑے حصے اور پہلو ہیں جن کی حفاظت انسان کو ضروری ہے۔ ایک حق اللہ، دوسرے حق العباد۔ حق اللہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت، اس کی اطاعت، عبادت، توحید، ذات اور صفات میں کسی دوسری ہستی کو شریک نہ کرنا۔ اور حق العباد یہ ہے کہ اپنے بھائیوں سے تکبر، خیانت اور ظلم کسی نوع کا نہ کیا جاوے۔ گویا اخلاقی حصہ میں کسی قسم کا فتور نہ ہو۔ سننے میں تو یہ دو ہی فقرے ہیں، لیکن عمل کرنے میں بہت ہی مشکل ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا بڑا ہی فضل انسان پر ہو تو وہ ان دونوں پہلوؤں پر قائم ہو سکتا ہے۔ کسی میں قوتِ غضبی بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ جب وہ جوش مارتی ہے تو نہ اس کا دل پاک رہ سکتا ہے اور نہ زبان۔ دل سے اپنے بھائی کے خلاف ناپاک منصوبے کرتا ہے اور زبان سے گالی دیتا ہے۔ اور پھر کینہ پیدا کرتا ہے۔ کسی میں قوت شہوت غالب ہوتی ہے اور وہ اس میں گرفتار ہو کر حدود اللہ کو توڑتا ہے۔ غرض جب تک انسان کی اخلاقی حالت بالکل درست نہ ہو وہ کامل ایمان جو مُنۡعِمۡ عَلَیۡہِ گروہ میں داخل کرتا ہے اور جس کے ذریعہ سچی معرفت کا نور پیدا ہوتا ہے اس میں داخل نہیں ہو سکتا۔ پس دن رات یہی کوشش ہونی چاہیے کہ بعد اس کے جو انسان سچا موحد ہو اپنے اخلاق کو درست کرے۔ میں دیکھتا ہوں کہ اس وقت اخلاقی حالت بہت ہی گری ہوئی ہے۔ اکثر لوگوں میں بدظنی کا مرض بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ وہ اپنے بھائی سے نیک ظنی نہیں رکھتے اور ادنیٰ ادنیٰ سی بات پر اپنے دوسرے بھائی کی نسبت بُرے بُرے خیالات کرنے لگتے ہیں اور ایسے عیوب اس کی طرف منسوب کرنے لگتے ہیں کہ اگر وہی عیب اس کی طرف منسوب ہوں تو اس کو سخت ناگوار معلوم ہو۔ اس لیے اوّل ضروری ہے کہ حتی الوسع اپنے بھائیوں پر بدظنی نہ کی جاوے اور ہمیشہ نیک ظن رکھا جاوے، کیونکہ اس سے محبت بڑھتی ہے اور اُنس پیدا ہوتا ہے اور آپس میں قوت پیدا ہوتی ہے اور اس کے باعث انسان بعض دوسرے عیوب مثلاً کینہ۔ بغض۔ حسد وغیرہ سے بچا رہتا ہے''

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 214، 215)

حدیث وتشریح

اپنے وارثوں کو اپنے پیچھے اچھی حالت میں چھوڑو

عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ جَاءَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعُوْدُنِیْ وَاَنَا بِمَکَّۃَ فَقَالَ اِنَّکَ اِنْ تَذَرْ وَرَثَتَکَ اَغْنِیَاءَ خَیْرٌ مِّنْ اَنْ تَذَرَھُمْ عَالَۃً یَتَکَفَّفُوْنَ النَّاسَ

(بخاری)

ترجمہ: سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں مکہ میں بیمار ہوا اور رسول اللہ ﷺ میری عیادت کے لئے تشریف لائے تو مجھ سے فرمایا کہ اگر تم اپنے پیچھے اپنے وارثوں کو غنی چھوڑ کر جاؤ تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم انہیں ایسی حالت میں چھوڑو کہ وہ دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔

تشریح: یہ الفاظ آنحضرت ﷺ نے اس وقت فرمائے تھے جب کہ آپ کے مقرب سعد بن ابی وقاصؓ مکہ کے سفر کے دوران بیمار پڑ گئے۔اور انہوں نے یہ خیال کر کے کہ شاید میری وفات قریب ہے آنحضرت ﷺ کے سامنے خواہش ظاہر کی کہ میں اپنے پیچھے اپنا سارا مال خدا کے رستے میں وقف کرنا چاہتا ہوں۔آپؐ نے فرمایا نہیں یہ زیادہ ہے میں اس کی اجازت نہیں دیتا۔اس پر انہوں نے دو تہائی مال وقف کرنا چاہا۔مگر آپؐ نے اس کی بھی اجازت نہیں دی۔آخر حضرت سعدؓ نے ایک تہائی کی اجازت مانگی آپؐ نے اس کی اجازت دی مگر ساتھ ہی فرمایا کہ اگر تم اپنے پیچھے اپنے وارثوں کو غنی چھوڑ کر جاؤ تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم انہیں ایسی حالت میں چھوڑو کہ وہ دوسروں کے سامنے دستِ سوال دراز کرتے پھریں اس حکیمانہ ارشاد سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام پیش آمدہ حالات کے ماتحت ظاہری اسباب کو بھی مدنظر رکھتا اور دور اندیشی کی تعلیم دیتا ہے اور اس بات کو ہرگز پسند نہیں کرتا کہ ایک ایسا مسلمان جو مال رکھتا ہے وہ اپنے وارثوں کو محروم کر کے سارا مال خدا کے رستہ میں دے جائے اور اس کے پیچھے اس کے وارث بھیک مانگتے پھریں۔

مگر افسوس ہے کہ آج کل بہت سے مسلمانوں نے توکل کا غلط مطلب سمجھ رکھا ہے اور یہ خیال کر رکھا ہے کہ جس بات کو خدا پر چھوڑا جائے اس میں ظاہری تدابیر کی طرف سے بالکل آنکھیں بند کر لینی چاہئیں۔ حالانکہ اسلامی توکل کا ہرگز یہ مطلب نہیں بلکہ صحیح اسلامی توکل یہ ہے کہ اپنے حالات اور اپنی طاقت کے مطابق ساری ضروری تدبیریں اختیار کی جائیں اور اس کے ساتھ خدا پر توکل بھی کیا جائے اور یقین رکھا جائے کہ ان ظاہری تدبیروں کے باوجود فتح وظفر کی اصل کنجی صرف خدا کے ہاتھ میں ہے یہ ایک بہت مشکل بلکہ بظاہر متضاد مقام نظر آتا ہے جس پر عمل کرنا تو درکنار اس کا سمجھنا بھی آسان نہیں۔مگر حق یہی ہے کہ صحیح اسلامی توکل یہ ہے کہ ایک طرف تمام ضروری تدبیریں اختیار کی جائیں اور دوسری طرف ان تدبیروں کی تاروں کے متعلق یقین رکھا جائے کہ وہ خدا کے ہاتھ میں ہیں اور یہ کہ بہرحال ہوگا وہی جو خدا کی مشیئت ہے اور اگر غور کیا جائے تو یہ دونوں چیزیں متضاد نہیں ہیں کیونکہ جب ہر تقدیر خیر وشر اور تمام خواص والاشیاء اور ہر قسم کے اسباب اور مسببات کا خالق و مالک خدا ہی ہے تو اس میں کیا شک ہے کہ ظاہر تدبیروں کے باوجود ہمارے اعمال کے نتائج کی آخری تاریں خدا کے ہاتھ میں سمجھی جائیں گی۔ چنانچہ روایت آتی ہے کہ ایک دفعہ ایک بدوی رئیس آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔اور ملاقات کے شوق میں اپنی اونٹنی مسجد نبوی کے دروازے کے باہر کھلی چھوڑ آیا جب وہ آپ سے مل کر واپس گیا تو اس کی اونٹنی بھاگ کر غائب ہو چکی تھی وہ گھبرایا ہوا مسجد میں واپس آیا اور آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے خدا کے توکل پر اپنی اونٹنی کو چھوڑا تھا مگر جب آپؐ سے مل کر باہر گیا ہوں تو وہ بھاگ چکی تھی آپ نے فرمایا اِعْقَلْھَا وَ تَوَکَّلْ ''یعنی ایک طرف اپنی اونٹنی کا گھٹنا باندھو اور دوسری طرف خدا پر توکل کرو'' اور یہی وہ لطیف الفاظ ہیں جن پر مولانا رومی علیہ رحمت نے یہ مشہور مصرعہ نظم کیا ہے کہ:

برتوکل زانوئے اشتر بہ بند

خلاصہ یہ کہ حدیث زیرنظر میں آنحضرت ﷺ نے ایک طرف اولاد کے باوقار گزارے کے لئے والدین کو دوربینی اور دور اندیشی کی تعلیم دی ہے کہ جہاں تک تمہارے اختیار میں ہے اپنے متعلقین کو بے سہارا نہ چھوڑو اور ان کے لئے باوقار زندگی کا انتظام کرو اور دوسری طرف آپ نے ضمناً اس حدیث میں یہ اشارہ بھی فرمایا کہ ظاہری تدبیریں توکل کے خلاف نہیں پس اپنی طاقت اور ذرائع کے مطابق ظاہری تدبیریں اختیار کرو اور پھر خدا پر توکل کرو۔ بیشک جیسا کہ میں نے اوپر لکھا ہے کہ ایک نہایت مشکل مقام ہے کیونکہ انسان اپنی کمزوری میں ایک طرف جھک جانے کا عادی ہوتا ہے وہ یا تو صرف ظاہری تدبیروں پر جھک کر انہی کو اپنا خدا فرض کر لیتا ہے اور یا ظاہری تدبیروں کو کلیۃً چھوڑ کر خدا سے یہ امید لگا بیٹھتا ہے کہ میں خدا کے بنائے ہوئے اسباب کو ٹھکراتا ہی رہوں۔وہ بہرحال اپنے عرش سے اتر کر خود میرے کاموں کو سرانجام دے گا۔مگر حق یہی ہے کہ یہ دونوں نظریئے باطل اور خلاف تعلیم اسلام ہیں۔اور سچا فلفسہ یہی ہے جس پر نیک لوگوں کا ہر زمانہ میں عمل رہا ہے کہ ''ایک طرف اپنی اونٹنی کا گھٹنا باندھو اور دوسری طرف خدا پر توکل کرو''

(چالیس جواہر پارے صفحہ 108 تا 110)

مشعلِ راہ

''تقویٰ کوئی چھوٹی چیز نہیں، اس کے ذریعے سے ان تمام شیطانوں کا مقابلہ کرنا ہوتا ہے''

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''ایک احمدی کے کرنے کے بہت کام ہیں۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام ایک بہت بڑا مشن لے کر آئے تھے۔اگر ہم نے آپ کی بیعت کا حق ادا کرنا ہے اور اس مشن کو پورا کرنا ہے جو آپ لے کر آئے تو پھر ان تعلیمات پر غور کرنا ہوگا جو آپؑ نے ہمیں دیں۔ہمیں ان تمام توقعات پر پورا اترنے کی کوشش کرنی ہوگی جو آپؑ نے ہم سے رکھیں۔

پس ہمیں یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ ہم احمدی ہو گئے ہیں اور مقصد پورا ہو گیا۔اب احمدی ہونے کے بعد ان باتوں اور ان چیزوں اور ان توقعات کی تلاش کی ضرورت ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے ہم سے کی ہیں۔۔۔''

تقویٰ کے حوالے سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا حوالہ پیش کرتے ہوئے فرمایا:

''تقویٰ کیا ہے؟ اس بارے میں آپ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: 'تقویٰ کوئی چھوٹی چیز نہیں، اس کے ذریعے سے ان تمام شیطانوں کا مقابلہ کرنا ہوتا ہے جو انسان کی ہر ایک اندرونی قوت وطاقت پر غلبہ پائے ہوئے ہیں۔ یہ تمام قوتیں نفسِ امارہ کی حالت میں انسان کے اندر شیطان ہیں' نفس امارہ نفس کی ایسی حالت کو کہتے ہیں جو بار بار بدی کی طرف لے جاتا ہے اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی کر نیکی بجائے شیطان نے جو دنیا میں بے حیائی پھیلائی ہوئی ہے، اس کی طرف توجہ دلاتا ہے برائیوں کو خوبصورت کر کے دکھاتا ہے فرمایا کہ یہی انسان کا شیطان ہے جو تمہیں ہر وقت بہکاتا رہتا ہے فرمایا کہ یہ انسانی قوتیں جو انسان کو ورغلاتی رہتی ہیں۔ 'اگر اصلاح نہ پائیں گی تو انسان کو غلام کر لیں گی' فرمایا کہ 'علم وعقل ہی بُرے طور پر استعمال ہو کر شیطان ہو جاتے ہیں' بعض انسانوں کو اپنے علم پر اور اپنی عقل پر بڑا ناز ہوتا ہے اور یہ ناز ہی ان کو شیطان بنا دیتا ہے اور یہی علم اور عقل ہی شیطان بن جاتا ہے 'متقی کا کام ان کی اور ایسا ہی اور دیگر کُل قویٰ کی تعدیل کرنا ہے' (ملفوظات جلد اصفحہ 21۔ایڈیشن 2003 مطبوعہ ربوہ)

یعنی اپنی ان طاقتوں کو جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ملی ہیں ٹھیک کرنا ہوگا، صحیح موقعوں پر اور انصاف کے ساتھ استعمال کرنا ہوگا اور جب یہ ہوگا تو یہ تقویٰ ہے۔

پھر آپ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: 'ہماری جماعت کے لئے خاص کر تقویٰ کی ضرورت ہے۔خصوصاً اس خیال سے بھی کہ وہ ایک ایسے شخص سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کے سلسلہ بیعت میں ہیں جس کا دعویٰ ماموریت کا ہے تا وہ لوگ جو خواہ کسی قسم کے بغضوں، کینوں یا شرکوں میں مبتلا تھے یا کیسا ہی رُوبہ دنیا تھے، ان تمام آفات سے نجات پاویں' (ملفوظات جلد اول صفحہ 7۔ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)۔۔۔

فرمایا کہ: 'خدا تعالیٰ تو چاہتا ہے کہ تم اس کے حضور پاک دل لے کر آجاؤ۔صرف شرط اتنی ہے کہ اس کے مناسب حال اپنے آپ کو بناؤ۔اور وہ سچی تبدیلی جو خدا تعالیٰ کے حضور جانے کے قابل بنا دیتی ہے اپنے اندر کر کے دکھاؤ۔میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ میں عجیب در عجیب قدرتیں ہیں اور اس میں لاانتہا فضل وبرکات ہیں مگر ان کے دیکھنے اور پانے کے لئے محبت کی آنکھ پیدا کرو۔اگر سچی محبت ہو تو خدا تعالیٰ بہت دعائیں سنتا اور تائیدیں کرتا ہے۔(ملفوظات جلد اول صفحہ 7۔ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

(الفضل انٹرنیشنل 25 اکتوبر 2013 تا 31 اکتوبر 2013ء۔صفحہ 6)

مسلمانوں کی موجودہ حالت

اور اصلاحِ نفس کے ذرائع

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

’’اب یہ زمانہ جس میں ہم ہیں اس کی حالت پر نظر کرو کون کہہ سکتا ہے کہ اس میں مسلمانوں کی اندرونی حالت میں تغیر نہیں ہوا۔ان کی عملی اور اعتقادی حالت بگڑ گئی ہے۔ ان کی اخلاقی حالت تباہ ہوگئی ہے۔جس پہلو سے دیکھواور جس حیثیت سے نظر کرو اسے دیکھ کر رونا آتا ہے۔ بیرونی حالت دیکھتے ہیں تو وہ اور بھی قابل افسوس ہے۔اسی ملک میں لاکھوں مرتد ہوگئے ہیں۔ یہ وہ دین تھا کہ ایک بھی مرتد ہوجاتا تو قیامت آجاتی مگر اب یہ حالت ہے کہ دو چار روپیہ کے لالچ میں آکر گرجا میں جا کر مرتد ہوجاتے ہیں۔آپس میں ایک دوسرے کے حقوق تلف کرتے ہیں۔قرضہ لے کر دینے کا نام نہیں لیتے۔طرح طرح کے معاصی اور فسق وفجور میں مبتلا ہیں۔اب کیا یہ حالت زمانہ ایسی تھی کہ خدا تعالیٰ چپ رہتا اور اس کی اصلاح کے لیے کسی کو نہ بھیجتا؟اگر وہ چپ رہتا تو پھر عذاب آتا اور اس کو تباہ کردیتا۔مگر نہیں‘ اس نے اپنی رحمت سے ایک شخص کو بھیج دیا ہے جو تم ہی میں سے آیا ہے۔اس کے آنے کی غرض یہی ہے کہ تا وہ فساد مٹا دیئے جاویں جو اسلام میں اور مسلمانوں میں پیدا ہوچکے ہیں اور جنہوں نے ان کو اس ذلیل حالت تک پہنچا دیا ہے۔لیکن یاد رکھو اس کا آنا فضول ہو جاتا ہے۔اگر لوگ اس بات کو مضبوط نہ پکڑیں جو وہ لے کر آیا ہے صرف اتنی بات پر خوش ہوجانا کہ ہم میں ایک رسول آیا ہے کافی نہیں۔ جب حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب آیا۔کیا وہ اس وقت زندہ نہ تھے؟ یا موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں اسرائیلیوں پر بعض عذاب آئے تو وہ ان کے ساتھ نہ تھے؟اتنے پر خوش نہ ہو کر ہمارے پاس خدا کا مرسل ہے جو شخص اس دھوکہ میں ہے۔ قریب ہے کہ وہ ہلاک ہوجاوے۔خدا تعالیٰ کسی کی رعایت نہیں کرتا۔

یاد رکھو اسلام ایک موت ہے۔جب تک کوئی شخص نفسانی جذبات پر موت وارد کر کے نئ زندگی نہیں پاتا اور خدا ہی کے ساتھ بولتا‘ چلتا‘ پھرتا‘ سنتا‘ دیکھتا نہیں۔وہ مسلمان نہیں ہوتا۔

دیکھو یہ چھوٹی سی بات نہیں اور معمولی امر نہیں کہ اس نے ایک شخص کو بھیجا اور تمہیں آنے والے عذاب سے ڈرایا۔ یہ اس کا بڑا بھاری فضل اور رحمت کا نشان ہے اس کو حقیر مت سمجھو۔اس کی قدر کرو۔ مجھے اس شہادت کو ادا کرنا پڑتا ہے جو میرے ذمہ ہے۔

سُنو! مجھے دکھایا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کے قہری نشان نازل ہوں گے۔زلزلے آئیں گے اور طاعون کی موتیں ہوں گی اس لیے **میں تمہیں اس سے پہلے کہ خدا تعالیٰ کا عذاب نازل ہو۔تمہیں اور ہر سننے والے کو متنبہ اور آگاہ کرتا ہوں کہ توبہ کرو۔** ہر شخص جو عذاب سے پہلے توبہ کرتا ہے اور اپنی اصلاح کے لیے تبدیلی کر لیتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے رحم کا اُمیدوار ہوسکتا ہے لیکن جب عذاب نازل ہوگیا۔ پھر توبہ کا دروازہ بند ہوگا۔اس وقت جو امن کی حالت ہے توبہ کرو اور اصلاح کے لیے قدم بڑھاؤ۔ میری باتوں کو اس طرح مت سنو۔جس طرح پر لڑکے کہانیاں سنا کرتے ہیں اٹھو اور تبدیلیاں کرو۔

جب مصیبت آگئی پھر خواہ کوئی ہزار کہے کہ دعا کرو کچھ فائدہ نہ ہوگا کیونکہ عذاب تو آچکا۔ ہاں اب وقت ہے۔

اصلاح کے ذرائع

تبدیلی اور اصلاح کس طرح ہو؟ اس کا جواب وہی ہے کہ نماز سے جو اصل دعا ہے۔قرآن شریف پر تدبر کرو اس میں سب کچھ ہے۔نیکیوں اور بدیوں کی تفصیل ہے اور آئندہ زمانہ کی خبریں ہیں وغیرہ۔ بخوبی سمجھ لو کہ یہ وہ مذہب پیش کرتا ہے جس پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا کیوں کہ اس کے برکات اور ثمرات تازہ بہ تازہ ملتے ہیں۔انجیل میں مذہب کو کامل طور پر بیان نہیں کیا گیا۔اس کی تعلیم اس زمانہ کے حسب حال ہوتو ہو۔لیکن وہ ہمیشہ اور ہر حالت کے موافق ہرگز نہیں۔ یہ فخر قرآن مجید ہی کو ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں ہر مرض کا علاج بتایا ہے اور تمام قویٰ کی تربیت فرمائی ہے اور جو بدی ظاہر کی ہے اس کے دور کرنے کا طریق بھی بتایا ہے اس لیے قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہو اور دعا کرتے رہو اور اپنے چال چلن کو اس کی تعلیم کے ماتحت رکھنے کی کوشش کرو۔

روزہ

پھر تیسری بات جو اسلام کا رکن ہے وہ روزہ ہے۔ روزہ کی حقیقت سے بھی لوگ ناواقف ہیں۔اصل یہ ہے کہ جس ملک میں انسان جاتا نہیں اور جس عالم سے واقف نہیں اس کے حالات کیا بیان کرے۔ روزہ اتنا ہی نہیں کہ اس میں انسان بھوکا پیاسا رہتا ہے بلکہ اس کی ایک حقیقت اور اس کا اثر ہے جو تجربہ سے معلوم ہوتا ہے۔ انسانی فطرت میں ہے کہ جس قدر کم کھاتا ہے اسی قدر تزکیہ نفس ہوتا ہے اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کا منشا اس سے یہ ہے کہ ایک غذا کو کم کرو اور دوسری کو بڑھاؤ۔ ہمیشہ روزہ دار کو یہ مدنظر رکھنا چاہیئے کہ اس سے اتنا ہی مطلب نہیں ہے کہ بھوکا رہے بلکہ اسے چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہے تاکہ تبتّل اور انقطاع حاصل ہو۔پس روزے سے یہی مطلب ہے کہ انسان ایک روٹی کو چھوڑ کر جو صرف جسم کی پرورش کرتی ہے دوسری روٹی کو حاصل کرے جو روح کی تسلی اور سیری کا باعث ہے اور جو لوگ محض خدا کے لیے روزے رکھتے ہیں اور نرے رسم کے طور پر نہیں رکھتے انہیں چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح اور تہلیل میں لگے رہیں جس سے دوسری غذا انہیں مل جاوے۔

حج

ایسا ہی حج بھی ہے۔ حج سے صرف اتنا ہی مطلب نہیں کہ ایک شخص گھر سے نکلے اور سمندر چیر کر چلا جاوے اور رسمی طور پر کچھ لفظ منہ سے بول کر ایک رسم ادا کر کے چلا آوے۔ اصل بات یہ ہے کہ حج ایک اعلیٰ درجہ کی چیز ہے جو کمال سلوک کا آخری مرحلہ ہے۔ سمجھنا چاہیئے کہ انسان کا اپنے نفس سے انقطاع کا یہ حق ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کی محبت میں کھویا جاوے اور تعشق باللہ اور محبت الٰہی ایسی پیدا ہو جاوے کہ اس کے مقابلہ میں نہ اسے کسی سفر کی تکلیف ہو اور نہ جان ومال کی پروا ہو‘ نہ عزیز و اقارب سے جدائی کا فکر ہو جیسے عاشق اور محبّ اپنے محبوب پر جان قربان کرنے کو تیار ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی کرنے سے دریغ نہ کرے۔اس کا نمونہ حج میں رکھا ہے۔ جیسے عاشق اپنے محبوب کے گرد طواف کرتا ہے اسی طرح حج میں بھی طواف رکھا ہے یہ ایک باریک نکتہ ہے۔ جیسا بیت اللہ ہے ایک اس سے بھی اوپر ہے۔ جب تک اس کا طواف نہ کرو یہ طواف مفید نہیں اور ثواب نہیں۔اس کا طواف کرنے والوں کی بھی یہی حالت ہونی چاہیئے جو یہاں دیکھتے ہو کہ ایک مختصر سا کپڑا رکھ لیتے ہیں۔ اسی طرح اس کا طواف کرنے والوں کو چاہیئے کہ دنیا کے کپڑے اتار کر فروتنی اور انکساری اختیار کرے اور عاشقانہ رنگ میں پھر طواف کرے۔طواف عشق الٰہی کی نشانی ہے اور اس کے معنے یہ ہیں کہ گویا مرضات اللہ ہی کے گرد طواف کرنا چاہیئے اور کوئی غرض باقی نہیں۔

زکوٰۃ

اسی طرح پر زکوٰۃ ہے۔ بہت سے لوگ زکوٰۃ دے دیتے ہیں۔مگر وہ اتنا بھی نہیں سوچتے اور سمجھتے کہ یہ کس کی زکوٰۃ ہے۔اگر کتے کو ذبح کردیا

Vol. 18 Monthly **Akhbar-e-Ahmadiyya** Germany Issue 11

Ahmadiyya Muslim Jamaat, National Shoba Tasneef, , Genfer Str.11, 60437 Frankfurt/M, Tel:069-50688652, Email:akhbar.ahmadiyya@hotmail.com

جاوے یا سور کو ذبح کر ڈالو تو وہ صرف ذبح کرنے سے حلال نہیں ہو جائے گا۔ زکوٰۃ تزکیہ سے نکلی ہے۔ مال کو پاک کرو اور پھر اس میں سے زکوٰۃ دو۔ جو اس میں سے دیتا ہے اس کا صدق قائم ہے لیکن جو حلال حرام کی تمیز نہیں کرتا وہ اس کے اصل مفہوم سے دور پڑا ہوا ہے۔ اس قسم کی غلطیوں سے دست بردار ہونا چاہیئے اور ان ارکان کی حقیقت کو بخوبی سمجھ لینا چاہیئے تب یہ ارکان نجات دیتے ہیں ورنہ نہیں اور انسان کہیں کا کہیں چلا جاتا ہے۔ یقیناً سمجھو کہ فخر کرنے کی کوئی چیز نہیں ہے اور خدا تعالیٰ کا کوئی انفسی یا آفاقی شریک نہ ٹھہراؤ اور اعمال صالحہ بجالاؤ۔ مال سے محبت نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (اٰل عمران: ۹۳) یعنی تم برّ تک نہیں پہنچ سکتے جب تک وہ مال خرچ نہ کرو جس کو تم عزیز رکھتے ہو۔ آنحضرت ﷺ کے زمانہ کو اپنا اسوہ بناؤ اور دیکھو کہ وہ زمانہ تھا جب صحابہؓ نے نہ اپنی جان کو عزیز سمجھا نہ اولاد اور بیویوں کو۔ بلکہ ہر ایک ان میں سے اس بات کا حریص تھا کہ آنحضرت ﷺ کے قدموں میں شہید ہو جاؤں۔ تم حلفاً بیان کرو کیا تمہارے اندر یہ بات ہے؟ جب ذرا سا بھی ابتلاء آجاوے تو گھبرا جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ ہی کی شکایت کرنے لگتے ہیں ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کبھی مسلمان نہیں کہلا سکتے۔

میں بار بار یہی کہتا ہوں کہ تمہارا اسوہ حسنہ وہی ہو جو صحابہؓ کا تھا۔ میرا کہنا تو صرف کہہ دینا ہے۔ توفیق کا عطا کرنا اللہ تعالیٰ کے فضل کی بات ہے۔ اس بات کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھو کہ تمہارے اعمال اور افعال میں اخلاص ہو۔ ریاکاری اور بناوٹ نہ ہو۔ کیونکہ تم جانتے ہو اگر کوئی شخص سونے کی بجائے پیتل لے کر بازار میں جاوے تو وہ فوراً پکڑا جاوے گا اور آخر اسے جیل میں جا کر اپنی جعلسازی کی سزا بھگتنی پڑے گی۔ پس اسی طرح پر خدا تعالیٰ کے حضور دھوکا نہیں چل سکتا۔ انسان کو دھوکا لگ سکتا ہے مگر وہاں نہیں ہو سکتا۔ جو چاہتا ہے کہ وہ خدا کا اور خدا اس کا ہو جاوے اسے چاہیئے کہ وہ خدا تعالیٰ کی راہ میں ننگا ہو جاوے۔

یہ مت سمجھو کہ میں تمہیں اس امر سے منع کرتا ہوں کہ تم تجارت نہ کرو یا زراعت اور نوکری یا دوسرے ذرائع معاش سے تمہیں روکتا ہوں۔ ہرگز نہیں۔ میرا یہ مطلب نہیں ہے بلکہ میرا مطلب یہ ہے

دل بایار دست باکار

تمہارا اسوہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کوئی تجارت اور بیع وشریٰ انہیں ذکر اللہ سے نہیں روکتا۔ ہزاروں لاکھوں کی تجارت میں بھی وہ خدا تعالیٰ سے ایک لحظہ کے لیے جدا نہیں ہوتے۔ اس لیے تمہارا فخر اور دستاویز ایسے اعمال ہونے چاہئیں جو حقیقی ایمان کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔

سچی خواب مدار نجات نہیں

میں اس امر کا افسوس سے ذکر کرتا ہوں کہ بعض لوگ میں نے دیکھے ہیں جن کی زندگی کا بڑا مقصد یہی ہوتا ہے کہ انہیں خواب آجاتے ہیں یا آنے چاہئیں۔ وہ سارا زور اسی امر پر دیتے ہیں۔ میرے نزدیک یہ ابتلاء ہے جو لوگ اس وہم میں مبتلا ہیں وہ یاد رکھیں۔ اس امر سے نجات وابستہ نہیں ہے۔ کبھی یہ سوال نہیں ہوگا تجھے کتنے خواب آئے تھے۔ میں نے ایسے لوگ دیکھے ہیں جنہوں نے چوری میں سزا پائی اور جب سزا پا کر آئے اور ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ چوری کرنے گئے تھے۔ خواب میں معلوم ہو گیا تھا کہ ایسا ہوگا۔ بڑے بڑے بدکار جو کنجر کہلاتے ہیں انہیں بھی سچی خواب آسکتی ہے۔ یہاں ہمارے ایک چوہڑی تھی اس کو بھی خواب آجاتے تھے۔ پس تم ابتلاء میں مت پھنسو۔ خدا تعالیٰ سے اپنے تعلقات بڑھاؤ اور اس کو راضی کرو۔ اپنے اعمال میں ایک خوبصورتی پیدا کرو انسان کو چاہیئے کہ اس امر کا مطالعہ کرے کہ کیا قرآن شریف کے موافق میں نے اپنے اعمال کو بنا لیا ہے یا نہیں؟ اگر یہ بات نہیں ہے تو خواہ اس کو ہزاروں خواب آئیں بے سود اور بے فائدہ ہیں۔ قرآن شریف میں یہی حکم ہے کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پورا پورا ادا کرو۔ ان میں ریا' خیانت' شرارت باقی نہ ہو۔ وہ خالصتہً للہ ہوں۔ پس پہلے اس بات کو پیدا کرو۔ پھر اس کے ثمرات خود بخود حاصل ہوں گے۔

ہمارا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ بری چیزیں ہیں یا برا طریق ہے۔ نہیں نہیں۔ اصل مطلب یہ ہے کہ بد استعمالی بری ہے۔ بیمار کا فرض یہ ہے کہ وہ اول علاج کرائے نہ یہ کہ علاج تو کرائے نہیں اور یہ کہے مجھے الف لیلہ کی سیر کے دو چار ورق سنا دو۔ اسی طرح کشوف اور رویا روحانی سیر ہیں۔ جب روحانی بیماریوں کا علاج ہو جاوے گا اور روحانی صحت درست ہوگی اس وقت سیر بھی مفید ہوگی۔

جب انسان اپنے نفس کو کھو دیتا ہے اور غیر اللہ کی طرف التفات نہیں رہتی اور کسی کو اپنی نظر میں نہیں دیکھتا اور خدا ہی کو دیکھتا اور اس کو ہی سناتا ہے تو پھر خدا تعالیٰ بھی اس کو سناتا ہے مگر وہ لوگ جن کے باوجود یکہ دو کان ہوتے ہیں مگر وہ حرص' ہوا 'غصہ' کینہ وغیرہ ہر قسم کی طاقتوں کی باتیں سنتے ہیں وہ خدا تعالیٰ کی بات کیونکر سن سکتے ہیں۔ ہاں ایک قوم ہوتی ہے جو باقی سب کو ذبح کر ڈالتے ہیں اور سب طرف سے کانوں کو بند کر لیتے ہیں۔ نہ کسی کی سنتے ہیں نہ کسی کو سناتے ہیں۔ انہیں ہی خدا بھی اپنی سناتا ہے اور ان کی سنتا ہے اور وہی مبارک ہوتا ہے۔

پس اگر اس قوم میں داخل ہونا چاہتے ہو تو ان کے نقش قدم پر چلو۔ جب تک یہ بات پیدا نہ ہو ایسی آوازوں اور خوابوں پر ناز نہ کرو۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ حدیث میں اضغاث احلام اور حدیث النفس کا ذکر موجود ہے۔ یہ کوئی چیز نہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک تو حمل حقیقی ہوتا ہے۔ جب مدت مقررہ نو ماہ گذر جاتے ہیں تو لڑکا یا لڑکی پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک اس کے مقابلہ میں حمل کاذب ہوتا ہے بعض عورتیں رات دن اولاد کی خواہش کرتی رہتی ہیں جس سے رجاء کی مرض پیدا ہو جاتی ہے اور جھوٹا حمل ہو کر پیٹ پھولنے لگتا ہے اور حمل کی علامات ظاہر ہوتی ہیں لیکن نو ماہ کے بعد پانی کی مشک نکل جاتی ہے۔ ایسا ہی حال ان کشوف اور خوابوں کا ہے جب تک انسان محض خدا ہی کا نہ ہو جاوے۔ یہ کچھ بھی چیز نہیں۔ انسان کی عزت اسی میں ہے اور یہی سب سے بڑی دولت اور نعمت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو۔ جب وہ خدا کا مقرب ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہزاروں برکات اس پر نازل کرتا ہے زمین سے بھی اور آسمان سے بھی اس پر برکات اترتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی بیخکنی کے لیے قریش نے کس قدر زور لگایا۔ وہ ایک قوم تھی اور آنحضرت ﷺ تن تنہا۔ مگر دیکھو! کون کامیاب ہوا۔ اور کون نامراد رہے۔

نصرت اور تائید خدا تعالیٰ کے مقرب کا بہت بڑا نشان ہے۔ دوسرے یہ کہ ایسا شخص خزاں کے وقت آتا ہے اور بہار ہو جاتی ہے۔ وہ لوگ جو خدا کی طرف سے نہ ہوں اور اس قسم کی شیخیاں مارنے والے ہوں ان کی مثال ایسی ہے جیسے مردار پر بیٹھے ہوں۔ مگر جو خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے حی وقیوم خدا اس کے ساتھ ہے وہ خود زندہ ہے اُسے زندہ کرے گا۔ وہ اپنے وعدوں کو جو اس سے کئے ہیں سچا کر دکھائے گا۔

میری نصیحت بار بار یہی ہے کہ جہاں تک ہو سکے اپنے نفسوں کا بار بار مطالعہ کرو۔ بدی کا چھوڑ دینا یہ بھی ایک نشان ہے اور خدا تعالیٰ ہی سے چاہو کہ وہ تمہیں توفیق دے کیونکہ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ (الصافات: ۹۷) قویٰ بھی اس نے ہی پیدا کئے ہیں۔

پھر میں ایک اور نقص بھی دیکھتا ہوں۔ بعض لوگ تھک جاتے ہیں۔ میرے پاس ایسے خطوط آئے ہیں جن میں لکھنے والوں نے ظاہر کیا کہ ہم چار سال یا اتنے سال تک نماز پڑھتے رہے دعائیں کرتے رہے۔ کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ ایسے لوگوں کو میں مُخَنَّث سمجھتا ہوں تھکنا نہیں چاہیئے۔

گر نباشد بدست راہ بُردن
شرطِ عشق است در طلب مُردن

میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ تیس چالیس برس گذر جاویں تب بھی تھکے نہیں اور باز نہ آوے خواہ جذبات بڑھتے ہی جاویں۔ اللہ تعالیٰ دُعا کرنے والوں کو ضائع نہیں کرتا۔ جب تضرع سے دُعا کرتا ہے اور مصیبت میں مبتلا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ یہ شخص بچایا جاوے اور وہ بچایا جاتا ہے کیونکہ

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ (البقرة: ۲۲۳)

یاد رکھو جو شخص مرا ہے اور ہلاک ہوا ہے وہ تھکنے سے مرا ہے۔ خدا تعالیٰ سے مانگنا اور دُعا کرنا موت ہے ہر شخص جو خدا تعالیٰ سے مانگتا ہے ضرور پاتا ہے مگر وہ آپ ہی بدظنی کرتا ہے تب حاصل نہیں ہوتا۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 101 تا 107)